Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

A Critical Analysis of the Unique Interpretations of Culture and Civilization by Exegetes in Urdu Tafsir Literature

اردو تفاسیر میں مفسرین کے تہذیب و ثقافت سے متعلق تفردات کا ناقدانہ جائزہ

Authors Details

1. **Dr. Farhat Naseem Alvi** (Corresponding Author)
   Chairperson, Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan.
   Email: **farhat.naseem@uos.edu.pk**
2. **Abdul Satar**
   PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan.

Citation

Alvi, Dr. Farhat Naseem and Abdul Satar. " A Critical Analysis of the Unique Interpretations of Culture and Civilization by Exegetes in Urdu Tafsir Literature. " *Al-Marjān Research Journal*, 3,no.2, April-June (2025): 892 −903.

Submission Timeline

Received: April 07, 2025
Revised: April 20, 2025
Accepted: May 11, 2025
Published Online: Jun 03, 2025

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

A Critical Analysis of the Unique Interpretations of Culture and Civilization by Exegetes in Urdu Tafsir Literature

اردو تفاسیر میں مفسرین کے تہذیب و ثقافت سے متعلق تفردات کا ناقدانہ جائزہ

☆ ڈاکٹر فرحت نسیم علوی   ☆ عبدالستار

Abstract

The exegesis of the Qur'an occupies a prominent position in Islamic sciences, serving as a means to comprehend, articulate, and clarify the themes and practical dimensions of the Holy Qur'an. Across various eras, exegetes have interpreted the Qur'an based on their scholarly backgrounds, societal conditions, and intellectual orientations. These interpretations not only illuminate beliefs, worship, and ethics but also present unique and ijtihadi perspectives on topics such as culture and civilization. Particularly in Urdu tafsir literature, exegetes have addressed numerous subjects in a distinctive manner, considering the specific socio-cultural context of the Indian subcontinent. These individual interpretations by exegetes not only reflect their intellectual breadth but also affirm that the Qur'an holds a timeless and universal message adaptable to every era and civilization. However, a critical evaluation of these interpretive views is essential to ascertain whether the exegete's opinion aligns with the general spirit of the Qur'an and Sunnah or is influenced by temporal or personal biases. This research aims to present a critical analysis of the nature, foundation, and impact of cultural interpretations found in Urdu tafsir literature. For instance, regarding the veil for women, particularly the face veil, Islamic teachings are clear, emphasizing modesty and protection of women's dignity. Critics argue that modern interpretations denying the veil as a religious obligation stem from Western influence, contradicting Qur'anic verses and Hadith. The study concludes that such unique views must be scrutinized to preserve the Qur'an's eternal guidance.

Keywords: Urdu Tafsirs, Cultural Interpretations, Civilization, Ijtihadi Views, Veil Critique, Qur'anic Universality.

تعارف موضوع

تفسیر قرآن اسلامی علوم میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے، کیونکہ یہ قرآن مجید کے مضامین کو سمجھنے، بیان کرنے اور عملی پہلوؤں کو واضح کرنے کا ذریعہ ہے۔ مختلف ادوار میں مفسرین نے اپنے علمی پس منظر، سماجی حالات اور فکری میلانات کے تحت قرآن کی تفسیر کی۔ ان تفاسیر میں عقائد، عبادات اور اخلاقیات پر روشنی ڈالی گئی، جبکہ تہذیب و ثقافت جیسے موضوعات پر انفرادی اور اجتہادی آرا بھی سامنے آئیں۔ خاص طور پر اردو تفاسیر میں، مفسرین نے برصغیر کی مخصوص معاشرتی و ثقافتی فضا کو مدنظر رکھتے ہوئے کئی موضوعات پر منفرد انداز میں گفتگو کی۔ یہ تفردات مفسرین کی فکری وسعت کے عکاس ہیں اور اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ قرآن ہر دور اور ہر تہذیب سے ہم آہنگ پیغام رکھتا ہے۔ تاہم، ان تفسیری آرا کا ناقدانہ جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ یہ دیکھا جائے کہ مفسر کی رائے قرآن و سنت کے عمومی مزاج کے مطابق ہے یا اس میں کسی زمانی یا شخصی اثر کا غلبہ ہے۔ اس تحقیق کا مقصد اردو تفاسیر میں موجود تہذیبی و ثقافتی تشریحات کی نوعیت، بنیاد اور اثرات کا سنجیدہ تجزیہ پیش کرنا ہے۔

☆ چیئرپرسن، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پاکستان۔

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پاکستان۔

مثال کے طور پر، عورت کے پردے خصوصاً چہرے کے حجاب پر، بعض جدید تفردات اسے شرعی حکم کی بجائے تہذیبی روایت قرار دیتے ہیں، جو قرآن وسنت کی نصوص سے متصادم ہیں۔

عورت کے لئے چہرے کے پردہ سے متعلق تفردات

خواتین کے پردے کے متعلق دین اسلام کی تصریحات نہایت واضح ہیں جس پر کتاب وسنت سے بے شمار دلائل موجود ہیں۔ جس کا مقصد معاشرے میں خواتین کی عزتِ نفس کی حفاظت باوقار اور باحیاء معاشرے کا قیام وارتقاء ہے۔ جس کے لئے دین اسلام نے خواتین کو ستر وحجاب کے مہذب شرعی حکم عطاء کئے ہیں۔ اسلام دین عفت وعصمت ہے اور اس نے خواتین کی عزت وآبرو کے تحفظ کے لئے بطور خاص ہدایات دی ہیں۔ گھر میں اور گھر سے باہر محارم اور غیر محرم کے سامنے ایک مسلم خاتون کو کہاں تک اظہار زینت کی اجازت ہے۔ ان تمام امور کے بارے میں کتاب وسنت میں واضح ہدایات موجود ہیں۔ اسلامی قانون معاشرت کی روسے انتہائی قریبی اعزہ کے علاوہ ایک مسلمان خاتون کے لئے اخفاءِ زینت کی کم از کم حد یہ ہے کہ اس کے ہاتھوں اور چہرے کے علاوہ پورا جسم مستور رہے، جب کہ تفردات کے حاملین کی ایک جماعت سرے سے شرعی پردے کا انکار کرتی ہے اور اس کو شرعی حکم کی بجائے فقط تہذیبی روایت کا نام دیتی ہے۔ ان میں چند ایک کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

جاوید احمد غامدی

ان کے نزدیک چونکہ معاشرے میں خاتون خانہ کو ہر وہ حق ملنا چاہیے جو معاشرے میں مردوں کو حاصل ہیں اسی طرح ان کے مطابق عورت کے لئے دوپٹہ اوڑھنا مسلمانوں کی تہذیبی روایت ہے، اس بارے میں کوئی شرعی حکم نہیں ہے دوپٹے کو اس لحاظ سے پیش کرنا کہ یہ شرعی حکم ہے، اس کا کوئی جواز نہیں۔[1]

غلام احمد پرویز

ان کے موقف کے مطابق عورتوں کو گھر کی چار دیواری میں محبوس کر دینا جرم فحش کی سزا ہے، لہٰذا ہمارا مروجہ پردہ جس میں عورتوں کو گھروں کے اندر قید رکھا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف منشائے قرآنی کے خلاف ہے۔ بلکہ جرم ہے کیونکہ کسی بے گناہ کا حبس بجا عرفاً وشرعاً جرم ہے۔[2]

عمر احمد عثمانی

ان کے نزدیک نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم مردوں کو اسی لئے تو دیا گیا ہے کہ غیر محرم عورتوں پر ان کی نگاہ نہ پڑے اگر عورتیں مستقل طور پر سارے بدن کو چھپا کر نکلیں کہ نہ ان کا چہرہ کھلا ہو، اور نہ ہاتھ پاؤں ہر طرح ڈھکی چھپی ہوں تو مردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دینے کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ وہ اپنی نگاہیں اوپر بھی رکھیں تو انہیں کیا نظر آسکتا ہے۔[3] متجدانہ رجحانات کے حاملین کا یہ موقف چونکہ قرآن وسنت اور مسلمانوں کے صریح نصوص کے خلاف ہے اس لئے علما محققین نے تفردات کے حاملین کا محاکمہ کرتے ہوئے نقد کے دلائل ذکر کئے ہیں۔ ناقدین محققین کے مطابق اسلام دین عفت وعصمت ہے اور اس نے خواتین کی عزت وآبرو کے تحفظ کے لئے بطور خاص ہدایات دی ہیں۔ گھر میں اور گھر سے باہر محارم اور غیر محرم کے سامنے ایک مسلم خاتون کو کہاں تک اظہار زینت کی اجازت ہے۔ ان تمام امور کے بارے میں کتاب وسنت میں واضح ہدایات موجود ہیں۔ اسلامی قانون معاشرت کی روسے انتہائی قریبی اعزہ کے علاوہ ایک مسلمان خاتون کے لئے اخفاءِ زینت کی کم از کم حد یہ ہے کہ

---

[1] Ghāmidī, Jāwīd Aḥmad, *Mīzān* (Lahore: Al-Mawrid Idāra ‘Ilm wa Taḥqīq, 1429 AH/2008 CE), 211.
[2] Pervez, Ghulām Aḥmad, *Ṭāhirah ke Nām* (Lahore: Maṭba‘a Ashraf, 1392 AH/1972 CE), 198.
[3] ‘Uthmānī, ‘Umar Aḥmad, *Fiqh al-Qur’ān* (Karachi: Faḍl and Sons, 1433 AH/2012 CE), 3:318.

اس کے ہاتھوں اور چہرے کے علاوہ پورا جسم مستور رہے۔ ظاہر ہے اس میں سر پر دوپٹہ اوڑھنا از خود شامل ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اس کے دلائل اس قدر واضح اور قطعی ہیں کہ تاریخ اسلامی کی چودہ صدیوں تک مسلمان اس مسئلہ میں کسی بھی اختلاف سے نا آشنا رہے اور اہل علم کے مابین اس پر کامل اتفاق رہا۔[4] اس رجحانات کے ناقدین کی طرف سے اپنے موقف پر مندرجہ ذیل دلائل ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ اندلس کے مشہور فقیہہ اور محدث امام ابو محمد علی بن حزم الظاہری اپنی شرہ آفاق کتاب مراتب الاجماع میں لکھتے ہیں:

"و اتفقوا على ان شعر الحرة وجسمها حاشا وجهها ويد ها عورة"[5]

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آزاد عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ تمام جسم اور بال ستر ہیں ملت اسلامیہ کے اس متفقہ موقف کے بر عکس ادارہ المورد کے سربراہ جناب جاوید احمد غامدی کے نزدیک دوپٹے کا مسئلہ سرے سے شرعی ہی نہیں ہے، چناچہ اس سوال کے جواب میں کہ "دوپٹے کا شرعی حکم کیا ہے؟ جناب غامدی صاحب فرماتے ہیں:"دوپٹہ ہمارے ہاں مسلمانوں کی تہذیبی روایت ہے۔ اس بارے میں کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ دوپٹے کو اس لحاظ سے پیش کرنا کہ یہ شرعی حکم ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ دوپٹہ کے شرعی حکم ہونے کے تفصیلی دلائل سے صرف نظر کرتے ہوئے ہماری گزارش صرف اتنی ہے کہ اس مسئلے پر اجماع ہے اور اجماع اسی مسئلے پر ہوتا ہے جو شرعی ہو، اصول فقہ کی مشہور ومتداول کتاب الوجیز فی اصول الفقہ کے مصنف ڈاکٹر عبد الکریم زیدان نے علامہ آمدی کے حوالے سے اجماع کی درج ذیل تعریف نقل کی ہے:۔

"الاجماع هو اتفاق المجتهدين من الامة الاسلامية فى عصر من العصور على حكم شرعى بعد وفاةالنبى"[6]

اجماع سے مراد نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں امت اسلامیہ کے تمام مجتہدین کا کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔

"سید ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

اس آیت (غض بصر۔ کا جو حکم مردوں کے لئے ہے) سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ عورتوں کو کھلے منہ پھرنے کی عام اجازت تھی۔ تبھی تو غض بصر کا حکم دیا۔ ورنہ اگر چہرے کا پردہ رائج کیا گیا ہوتا تو نظر نچانے یا نہ بچانے کا کیا سوال؟ یہ استدلال عقلی حثیت سے بھی غلط ہے۔ اور واقعہ کے اعتبار سے بھی، عقلی لحاظ سے یہ اس لئے غلط ہے کہ چہرے کا پردہ رائج ہونے کے باوجود، ایسے مواقع اچانک آسکتے ہیں۔ جبکہ اچانک کسی مرد اور عورت کا آمنا سامنا ہو جائے، اور ایک پردہ دار عورت کو بھی بسا اوقات ایسی ضرورت لاحق ہو سکتی ہے پھر مسلمان عورتوں میں پردہ عام رائج ہو جانے کے باوجود۔ کہ وہ منہ کھولے۔ بہر حال غیر مسلم عورتیں تو بے پردہ ہی رہیں گی۔ لہذا محض غض بصر کا حکم اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ عورتوں کے کھلے منہ پھرنے کو مستلزم ہے۔ اور واقعے کے اعتبار سے یہ اس لئے غلط ہے کہ سورۃ احزاب میں احکام حجاب نازل ہونے کے بعد جو پردہ مسلم معاشرے میں رائج کیا گیا تھا اس میں چہرے کا پردہ شامل تھا۔[7]

---

[4] ʿAskarī, Ḥasan ibn ʿAbdullāh, *Islām par Tajaddud Pasandī ke Atharāt* (Beirut: Dār al-Āfāq, n.d.), 116.
[5] Ibn Ḥazm al-Ẓāhirī, Abū Muḥammad ʿAlī ibn Aḥmad, *Marātib al-Ijmāʿ* (Beirut: Dār al-ʿIlm, n.d.), 2:112.
[6] Ibn Ḥazm al-Ẓāhirī, *Marātib al-Ijmāʿ*, 2:114.
[7] Mawdūdī, Maulānā, *Parda* (Lahore: Idāra Tarjumān al-Qur'ān, 1425 AH/2004 CE), 81.

تفردات کے نقد وتجزیہ علما محققین نے نہایت زبردست دلائل ذکر کئے ہیں انہیں دلائل میں علمائے اسلام کی وہ تصریحات ہیں جو ناقدین کے مو قف کو مزید قوی بنادیتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

پردہ کے متعلق علمائے اسلام کی تصریحات

خواتین اسلام کی عزت وناموس کی حفاظت اور عفت وعصمت کے معیار کو معاشرے میں بلند رکھنے کے لئے قرآن وسنت میں دلائل ذکر کئے گئے ہیں، جن کی تصریحات آئمہ محدثین نے بیان کرتے ہوئے مسائل کی وضاحت فرمائی ہے اسی طرح پردہ کے متعلق بھی جو علما محققین اور آئمہ دین کی آرا ہیں ان میں سے چند اقوال ذکر رہے ہیں۔ محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ انہوں نے عبیدہ سلمانی سے اس آیت "يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ"[8] کے متعلق پوچھا: انہوں نے اپنی چادر اٹھائی اور پورا سر اور پیشانی اور پورا چہرہ ڈھانپ کر بائیں طرف والی آنکھ کو کھلا رکھا۔ ابن جریر اور ابوحیان نے ابن عباس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ: عورت جلباب کو ماتھے کے اوپر سے موڑتے ہوئے باندھ دے ،پھر اسے ناک کے اوپر سے لے جاتے ہوئے یوں بل دے کہ ان کی آنکھیں کھلی بھی رہیں تو سینے اور چہرے کا بڑا حصہ مستور رہے"۔[9] سدی سے بھی ایسی ہی کیفیت حجاب مروی ہے وہ فرماتے ہیں:"عورت اپنی ایک آنکھ اور پیشانی کو نیز چہرے کی آنکھ کے علاوہ باقی حصے کو ڈھانپ کر رکھے۔[10]

ابوحیان نے فرمایا:

> تمام اندلس کے شہروں کی یہی عادت ہے کہ عورت کی آنکھ کے سوا کوئی حصہ جسم بھی ظاہر نہیں ہوتا تھا"[11]۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں:

> عورتیں اپنی چادریں اوڑھیں جبکہ دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنے سروں کو ڈھانپ کر رکھیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ آزاد خواتین ہیں۔[12]

علامہ ابوبکر جصاص رقمطراز ہیں:

> اس آیت میں (کہ عورتیں چادروں سے اپنے اوپر پلو لٹکا لیا کریں) یہ دلیل ہے کہ نوجوان عورت اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کو مستور رکھے وہ اس بات پر بھی مامور ہے کہ گھر سے نکلتے وقت ستر اور عفت مآبی کا اظہار کرے، تا مشکوک افراد ان سے غلط امید و طمع نہ کرپائیں" جلابیب جلباب کی جمع ہے اور یہ ایک ایسی چادر ہے جسے عورت اپنے پورے جسم پر لپیٹ لیتی ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں:" اللہ نے اہل ایمان کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی چادروں سے اپنے سر اور چہرے ما سوا ایک آنکھ کے ڈھانپے رکھیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ آزاد خواتین ہیں (نہ کہ لونڈیاں ہیں جن سے منافقین چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں)[13]

---

[8] Al-Aḥzāb, 33:59.
[9] Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, *Tafsīr al-Ṭabarī* (Beirut: Mu'assasat al-Risāla, 1420 AH/2000 CE), 2:432.
[10] Abū Ḥayyān Muḥammad ibn Yūsuf, *Al-Baḥr al-Muḥīṭ* (Beirut: Dār al-Fikr, 1420 AH), 7:250.
[11] Abū Ḥayyān, *Al-Baḥr al-Muḥīṭ*, 7:250.
[12] Al-Jaṣṣāṣ, Aḥmad ibn 'Alī Abū Bakr, *Aḥkām al-Qur'ān* (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1405 AH), 3:372.
[13] Ṣābūnī, Muḥammad 'Alī, *Rawā'i' al-Bayān* (Damascus: Maktabat al-Ghazālī, 1400 AH/1980 CE), 2:383.

تفردات کے نقد پر علما محققین کے اقوال کے ساتھ عہد نبویؐ میں خواتین اسلام کا پردہ کو لازم پکڑنے اور چہرے کا پردے کرنے کے لئے کس طرح عمل پیرا ہوتی تھیں یہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

عہد نبویؐ میں خواتین اسلام کا پردہ

عہد نبوی میں عورت کے چہرے کا پردہ کسی قوم کی دیکھا دیکھی اختیار نہیں کیا گیا بلکہ عین نزول قرآن کے زمانے میں اسلامی معاشرے میں اسے نبی اکرم ﷺ کی براہ راست نگرانی میں رائج کیا گیا تھا، اور اس کی ابتدا خود آپؐ کے گھر سے ہوئی تھی۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے جو واقعہ افک سے تعلق رکھتا ہے، بڑی معتبر سندوں کے ساتھ کتب احادیث میں موجود ہے، وہ فرماتی ہیں۔" جنگل سے واپس آکر جب میں نے دیکھا کہ قافلہ چلا گیا ہے تو میں بیٹھ گئی اور نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ وہیں پڑ کر سوگئی، صبح کو صفوان بن معطل وہاں سے گزرے، تو دور سے کسی کو پڑے دیکھ کر ادھر آگئے "فعرفنی حین رانی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعه حین عرفنی فخمرت وجهی بجلبابی"[14] وہ مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے کیونکہ نزول حکم حجاب سے قبل، وہ مجھے دیکھ چکے تھے، جب انہوں نے "اناالله وانااليه راجعون "پڑھا تو ان کی آواز میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر رسول اللہ ﷺ سے درخواست دی حضورؐ نے پوچھا: "یہ عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا؟ اس نے عرض کیا: عورت ہی کا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: عورت کا ہاتھ ہے تو کم از کم ناخن مہندی سے رنگ لئے ہوتے (تا کہ ہاتھ کا دست خاتون ہونا واضح ہو جاتا) حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ بھی نبی اکرمؐ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، اتنے میں حضرت ابن ام مکتوم آگئے۔ نبی اکرمؐ نے دونوں سے فرمایا"احتجبامنه "تم دونوں اس سے پردہ کرو "بیویوں نے عرض کیا یا رسول اللہ!" الیس هواعمیٰ لا یبصرونا ولا یعرفنا "اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ ہمیں دیکھتے ہیں نہ ہمیں پہچانتے ہیں" آپؐ نے فرمایا: 'افعمیا وان انتما لستما تبصرانه' کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھتی؟ "اسی واقعہ کی حضرت ام سلمہ تصریح کرتے ہوئی فرماتی ہیں"ذلک بعدان امرالحجاب"[15]۔

یہ واقعہ حکم حجاب کے بعد نازل ہوا ہے۔ حضرت عائشہ کی حجاب کی سخت پابندی کا جو عالم تھا وہ درج ذیل واقعہ سے ظاہر ہے۔ اسحاق تابعی نابینا تھے وہ خدمت میں حاضر ہوئے، تو عائشہ نے ان سے پردہ کیا۔ وہ بولے "مجھ سے کیا پردہ؟ میں تو آپ کو دیکھتا نہیں۔ فرمایا: تم مجھے نہیں دیکھتے میں تو تمہیں دیکھ سکتی ہوں[16]۔ حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: 'احرام باندھنے والی عورت نہ نقاب اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔[17] احرام کی حالت میں عورت کو نقاب میں رخصت ورعایت عطا کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ غیر از حالت احرام میں نقاب کا استعمال ضروری ہے۔ ورنہ اگر نقاب کا کسی حالت میں بھی وجود نہ ہوتا، تو اسے محض ایک حالت میں ممنوع قرار دینے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ اس طرح حج کے موقع پر احرام میں پردے سے روکنا، بجائے خود عدم احرام کی صورت میں پردے اور نقاب پر دلالت کرتا ہے۔ حج میں اگرچہ نقاب کا استعمال اور ستر وجوہ ضروری نہیں ہے، تاہم بعض متقی اور پرہیز گار خواتین، حالت احرام میں بھی اس کا اہتمام فرماتی تھیں۔ جیسا کہ

---

[14] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʻīl, *Al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-ʻIlm, 1418 AH), Ḥadīth no. 4140.
[15] Abū Dāwūd Sulaymān ibn al-Ashʻath, *Al-Sunan* (Beirut: Dār al-Fikr, 1418 AH), Ḥadīth no. 1265.
[16] Abū Dāwūd, *Al-Sunan*, Ḥadīth no. 1311.
[17] Ibn Saʻd, Muḥammad, *Al-Ṭabaqāt* (Beirut: Dār al-ʻIlm, n.d.), Ḥadīth no. 123.

حضرت عائشہ کی اس روایت سے ظاہر ہے۔ حجۃ الوداع کے سفر میں ہم لوگ بحالت احرام مکہ کو جارہے تھے۔ جب مسافر ہمارے پاس سے گزر جاتے تو ہم منہ کھول لیتی تھیں۔ وہ عام حالت میں تو اس سے بھی زیادہ چہرے کے پردے کا خیال رکھتی ہوں گی۔[18]

عورت کے دوپٹہ اوڑھنے اور چہرے کے پردہ سے متعلق بحث کا تجزیہ

تفردات کے حاملین پر علما محققین نے قرآن وسنت کی نصوص سے نقد کے قوی دلائل پیش کر کے ان کے اس موقف کا محاکمہ کیا اور یہ بات ثابت کی ہے کہ عہد نبوی اور زمانہ نزول قرآن کے یہ واقعات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ چہرے کا پردہ خود نبی اکرمؐ کے زمانے میں قرآنی تعلیمات کے اتباع میں رائج ہو چکا تھا۔ خود آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات کو نابینا افراد تک سے پردہ کرنیکی ہدایت فرمائی تھی۔ ہم دیانتدرانہ تجزیہ کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مذکورہ بالا موقف درست نہیں بلکہ علماء امت اور سلف وخلف کی تصریحات کے خلاف ہے۔ جس کی چند مثالیں نمونہ کے طور پر پیش خدمت ہیں۔ مثلاً پرویز صاحب کا مندرجہ ذیل موقف انتہائی شرمناک ہے وہ لکھتے ہیں: برصغیر میں شرعی پردہ کے متعلق جو عام طور پر تصور پایا جاتا ہے۔ وہ یہی ہے کہ عورتوں کو گھروں سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ انہیں کسی اہم ضرورت سے بھی سفر وغیرہ میں گھر سے باہر نکلنا پڑے۔ تو برقعہ اوڑھ کر منہ چھپا کر، نقاب ڈال کر نکلنا چاہیے، تاکہ غیر مردوں کی نگاہ ان کے چہرے پر اور ان کے بدن پر نہ پڑ سکے۔ ہمارے ارباب شریعت کا اصرار ہے کہ کہ عورتوں کو گھر کی چار دیواری کے اندر بند رہنا چاہیے۔ اور اگر انہیں (مصیبت کے مارے کہیں) گھر سے نکلنا پڑے تو وہ چلتا پھرتا خیمہ نظر آئے۔ عورتوں کو اس حیثیت سے رکھنے کے لئے انہیں کسی اتھارٹی کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ کیا تھا کہ انہوں نے اپنے احبار ورہبان (علماء مشائخ) کو خدا سے علاوہ ہی خدا بنا رکھا ہے "یہی صورت ہمارے ہاں متوارث چلی آرہی ہے۔ پرویز صاحب پردے کو عجمی سازش قرار دیتے ہیں جبکہ عمر احمد عثمانی صاحب اسے غیروں کی نقالی سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک " یہ شرعی پردہ درست نہیں، جو ہمارے ہاں دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی رائج کر لیا گیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دوسری قومیں ہیں کونسی؟ جن کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے یہ نقاب وحجاب اختیار کر لیا ہے؟ جناب عثمانی صاحب کے یہ الفاظ مغرب کی عریاں تہذیب سے مرعوبیت کا نتیجہ ہیں۔ جس طرح آج تہذیب مغرب کی بالاتری میں مسلمان سیاسی آزادی پالینے کے باوجود ذہنی غلامی میں مبتلا ہو کر ان کے طور طریقے اختیار کر رہے ہیں۔ بالکل اسی طرح کل یورپ اسلامی آداب معاشرت کو اختیار کر رہا تھا۔ جیسا ڈاکٹر غلام برق جیلانی نے " اسلامی تہذیب کا اثر یورپ پر " کے زیر عنوان لکھا ہے اسلامی تہذیب نے حیات مغرب کے ہر پہلو پر اثر ڈالا۔ ان لوگوں کے لباس، طور طریقے، تعمیرات میں مشرقیت آگئی۔ عورتوں کا احترام بڑھ گیا اور انہوں نے حریص نگاہوں سے بچنے کے لئے نقاب اتار اوڑھ لئے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات نبی کریمؐ کی قائم فرمودہ عملی روایات، علماء سلف وخلف کی تصریحات اور مغربی معاشرت کے تجربات کے تلخ نتائج یہ سب کچھ چہرے کے پردہ کو امر حق ثابت کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود تفردات کے حاملین زمین وآسمان کے اس فرق کو جو حدود ستر اور حدود حجاب میں پایا جاتا ہے۔ نظر انداز کرتے ہوئے یا اسے خلط ملط کا شکار بناتے ہوئے یہی رٹ لگائے جارہے ہیں۔ کہ چہرے کا پردہ اسلامی شریعت میں کوئی ثابت شدہ امر نہیں ہے جبکہ ہماری تحقیق کے مطابق دلائل کی روشنی سے یہ بات ثابت ہے کہ پردہ کے حوالے سے قرآن وسنت کے دلائل علماء کرام کی آراء سلف وخلف کی تصریحات سے اسلام کا مذہبی حکم ہے۔ جس کے مقابلے کے تمام دلائل کمزور اور بے بنیاد ہونے کے ساتھ ساتھ صرف اور صرف تقلید مغرب کا منہ بولتا بین ثبوت ہیں۔

[18] Abū Dāwūd, *Al-Sunan*, Ḥadīth no. 1826.

کیا حلال وحرام کا فیصلہ انسانی فطرت کرتی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو بدء فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطور تخم ہدایت کے ڈال دی ہے کہ اگر گردوپیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے۔ کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ جبکہ تفردات کے حاملین میں سے بعض لوگ وحی کی تصویب سے بے نیاز ہو کر فطرت کو ایک الگ اور مستقل بالذات ماخذ دین قرار دیتے ہیں۔ ان کا یہ دعوٰی ہے کہ جس طرح شریعت کی رو سے بعض اشیاء حرام ہیں۔ اسی طرح بعض چیزوں کو انسانی فطرت بھی حرام قرار دیتی ہے۔ اس چیز کو وہ "بیان فطرت" کا نام دیتے ہیں جو دراصل فطرت انسانی کا فیصلہ ہوتا ہے اور اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ گویا ان کے ہاں اشیاء کی حلت وحرمت کے دو دائرے ہیں۔ ایک دائرہ شریعت کا ہے اور دوسرا انسان کی فطرت کا۔ اور یہ دونوں دائرے اپنی الگ الگ حیثیت سے چیزوں کی حلت وحرمت کا تعین کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ غامدی صاحب اپنی کتاب میزان میں لکھتے ہیں:

> انسان کی فطرت اس معاملے میں بالعموم اس کی صحیح رہنمائی کرتی ہے اور وہ بغیر کسی تردد کے فیصلہ کر لیتا ہے کہ کیا چیز طیب ہے اور کیا خبیث ہے، وہ ہمیشہ جانتا ہے کہ شیر، چیتے، ہاتھی، چیل، کوے، گدھ، عقاب، سانپ، بچھو اور خود انسان کوئی کھانے کی چیز نہیں ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے اور گدھے دستر خوان کی لذت نہیں، سواری کے لئے پیدا کئے گئے۔[19]

غامدی صاحب نے اپنے موقف کی حمایت میں مندرجہ ذیل علمائے کرام کے دلائل بھی ذکر کیے ہیں۔ ان علمائے کرام کی تصریحات کو غامدی صاحب نے اپنے موقف کی دلیل بنایا ہے، مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر وشر اور بھلے برے کی پہچان کے لیے ایک استعداد اور مادہ خود اس کے وجود میں رکھ دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا: 'فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا' یعنی نفس انسانی کے اندر اللہ تعالیٰ نے فجور اور تقویٰ، دونوں کے مادے رکھ دیے ہیں۔[20]

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ انسان کے اندر شرم وحیا کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا اولین مظہر وہ شرم ہے جو اپنے جسم کے مخصوص حصوں کو دوسروں کے سامنے کھولنے میں آدمی کو فطرتاً محسوس ہوتی ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ یہ شرم انسان کے اندر تہذیب کے ارتقاء سے مصنوعی طور پر پیدا نہیں ہوئی ہے اور نہ یہ اکتسابی چیز ہے۔ جیسا کہ شیطان کے بعض شاگردوں نے قیاس کیا ہے بلکہ درحقیقت یہ وہ فطری چیز ہے جو اول روز سے انسان میں موجود تھی۔[21]

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کر سکے اور بدء فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطور تخم ہدایت کے ڈال دی ہے کہ اگر گردوپیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے۔ کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ "عہد الست" کے قصہ میں اسی کی

[19] Ghāmidī, *Mīzān*, 632–633.
[20] Muftī Muḥammad Shafī‘ ‘Uthmānī, *Ma‘ārif al-Qur’ān* (Karachi: Shabbir Brothers, n.d.), 4:51.
[21] Mawdūdī, *Tafhīm al-Qur’ān* (Lahore: Idāra Tarjumān al-Qur’ān, n.d.), 2:432.

طرف اشارہ ہے اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے بعد ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو "حُنفاء" پیدا کیا۔ پھر شیاطین نے اغوا کر کے انھیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا۔ بہر حال دین حق، دین حنیف اور دین قیم وہ ہے کہ اگر انسان کو اس کی فطرت پر مخلی بالطبع چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اسی کی طرف جھکے۔ تمام انسانوں کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی بنائی ہے جس میں کوئی تفاوت اور تبدیلی نہیں۔ فرض کرو اگر فرعون یا ابو جہل کی اصلی فطرت میں یہ استعداد اور صلاحیت نہ ہوتی تو ان کو قبول حق کا مکلف بنانا صحیح نہ ہوتا۔ جیسے اینٹ پتھر یا جانوروں کو شرائع کا مکلف نہیں بنایا۔ فطرت انسانی کی اسی یکسانیت کا یہ اثر ہے کہ دین کے بہت سے اصول مہمہ کو کسی نہ کسی رنگ میں تقریباً سب انسان تسلیم کرتے ہیں۔ گو ان پر ٹھیک ٹھیک قائم نہیں رہتے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: یعنی اللہ سب کا مالک حاکم، سب سے نرالا، کوئی اس کے برابر نہیں، کسی کا زور اس پر نہیں، یہ باتیں سب جانتے ہیں۔ اس پر چلنا چاہیے۔ ایسے ہی کسی کے جان ومال کو ستانا، ناموس میں عیب لگانا ہر کوئی برا جانتا ہے۔ ایسے ہی اللہ کو یاد کرنا، غریب پر ترس کھانا، حق پورا دینا، دغا نہ کرنا، ہر کوئی اچھا جانتا ہے۔ اس راستہ پر چلنا وہ ہی دین سچا ہے۔ یہ امور فطری تھے مگر ان کا بندوبست پیغمبروں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے سکھلا دیا۔22

مولانا امین احسن اصلاحی

ان کے موقف کے مطابق بدی کا بدی ہونا اور نیکی کا محبوب ہونا اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے اندر ودیعت فرما دیا ہے۔ انسان اگر بدی کرتا ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ وہ بدی کے شعور سے محروم ہے، بلکہ وہ جذبات سے مغلوب ہو کر بدی کو بدی جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرتا ہے۔[23]

علما محققین نے تفردات کے حاملین کے اس موقف کو مسلمانوں کے اجماعی موقف کے خلاف قرار دیتے ہوئے اس پر نقد کیا ہے جیسا کہ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر لکھتے ہیں: نفس انسانی میں ایک فطری رجحان کے پائے جانے کی حد تک اس بات سے اتفاق ہے۔ چنانچہ انھوں نے لکھا ہے: اسلام کے دین فطرت ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے بندوں کو جس فعل کے بھی کرنے کا حکم دیا ہے۔ فطرت سلیمہ اس فعل کے کرنے کی طرف ایک فطری رجحان اپنے اندر محسوس کرتی ہے اور جس فعل کے کرنے سے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی ہمیں روک دیا ہے۔ فطرت سلیمہ بھی اس فعل سے ابا محسوس کرتی ہے۔ احکام الٰہی فطرت انسانی کے مطابق تو ہیں لیکن فطرت انسانی سے ان کا تعین نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے آدم کو اس دنیا میں بھیجا ہے اس دن سے ہی اس کی رہنمائی کے لیے وحی کا سلسلہ جاری فرما دیا ہے۔ اس انتہائی اہم موقع پر جب کہ حضرت آدم کو اور ان کی آنے والی ذریت کو جنت سے اتار کر اس دنیا میں بھیجا جا رہا ہے تو اس وقت انھیں صرف ایک ہی چیز کی پیروی کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے اور وہ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت ہے۔ اور دونوں جگہ قرآن کے الفاظ "منی ھدی" اور اس کا سیاق وسباق بتلاتا ہے کہ اس ہدایت سے مراد کوئی فطری ہدایت نہیں، بلکہ اللہ کی آیات اور اس کی طرف سے نازل کردہ وحی کی رہنمائی مراد ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ پہلے ہی دن سے اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے حضرت آدم اور ان کی آنے والی ذریت کو جو رہنمائی دی جا رہی ہے وہ وحی کی رہنمائی ہے اور جس نے بھی اللہ کی دی ہوئی اس وحی کی رہنمائی سے استفادہ کرنے سے انکار کیا تو وہی لوگ اللہ کے عذاب کے مستحق ہیں۔ فاضل ناقد کا خیال ہے کہ غامدی صاحب وحی کی تصویب سے بے نیاز ہو کر فطرت کو ایک الگ اور مستقل بالذات ماخذ دین قرار دیتے ہیں۔ جبکہ غامدی صاحب کے نزدیک قرآن مجید نے ایک مخصوص دائرے میں جانوروں سے متعلق صرف چار چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے، اور ان کے علاوہ باقی تمام چیزوں کی حلت و

22 Maulānā Shabbīr Aḥmad ʻUthmānī, *Tafsīr ʻUthmānī* (Multan: Idāra Tālīfāt, n.d.), 342.
23 Aṣlaḥī, Amīn Aḥsan, *Tadabbur-e-Qur'ān* (Lahore: Fārān Foundation, n.d.), 4:374.

حرمت کا فیصلہ فطرت انسانی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ اخذ کرنا کہ فطرت کو حلت وحرمت کے باب میں مستقل بالذات ماخذ دین قرار دیا جارہا ہے، کسی طرح درست نہیں ہے۔ یہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کے اختیار کا نہیں، بلکہ حلال وحرام کے باب میں شریعت کے بیان کردہ اصول یعنی طیبات اور خبائث کے مصداق کی تعیین کا مسئلہ ہے اور جمہور فقہانے اس باب میں حلال اور حرام جانوروں کی فہرست تیار کرنے میں نصوص کے علاوہ انسانی فطرت سے بھی پوری پوری رہنمائی لی ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ فطری علم کی روشنی میں طیبات وخبائث کی تعیین، تحلیل وتحریم کے زمرے میں آتی ہے اور یہ بات انسان کو شارع کے منصب پر فائز کرنے کے مترادف ہے، بدیہی طور پر سوء فہم ہے۔ یہ چیز اگر فطرت کے مستقل ماخذ دین قرار پانے یا انسان کے تحلیل وتحریم کے منصب پر فائز ہونے کو مستلزم ہے تو اس جرم میں جمہور فقہاء بھی غامدی صاحب کے ساتھ پوری طرح شریک ہیں۔ جس طرح غامدی صاحب کا اصول فطرت غلط ہے، اسی طرح بعض مقامات پر اس اصول کی تطبیق میں انھوں نے اپنے ہی وضع کردہ اس اصول سے انحراف بھی کیا ہے۔[24]

ان میں سے ایک کو ہم قارئین کے لیے بطور مثال بیان کیے دیتے ہیں۔ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس میں ڈاڑھی بھی شامل ہے۔ کسی چیز کی فطرت سے مراد اس کی وہ اصل تخلیق ہے جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے جس حالت پر پیدا کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے چہرے پر ڈاڑھی کے بال ہوتے ہیں جبکہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس میں یہ ہے کہ ان کے چہرے پر بال نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کی تخلیق میں یہ فطری فرق رکھا ہے۔ ڈاڑھی غامدی صاحب کے اصول فطرت سے ثابت ہے۔ لیکن غامدی صاحب نے اپنی ہی فطرت اور اپنے ہی اصول فطرت دونوں کی مخالفت اختیار کرتے ہوئے ڈاڑھی کو دین سے خارج قرار دیا ہے۔ علامہ محمود آلوسی نے بیان کیا ہے:

> ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث: فسر الأول بالاشیاء التی یستطیبہا الطبع کالشحوم، والثانی بالاشیاء التی یستخبثہا کالدم، فتکون الآیة دالة علی ان الاصل فی کل ما تستطیبہ النفس ویستلذہ الطبع الحل وفی کل ماتستخبثہ النفس ویکرہہ الطبع الحرمة الا لدلیل منفصل "ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث۔[25]
>
> پہلی چیز یعنی طیبات کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو طبیعت کو پاکیزہ لگیں جیسے چربی۔ اور دوسری چیز یعنی خبائث سے مراد وہ اشیاء ہیں جو طبیعت کو ناپاک لگیں جیسے خون۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو نفس کو پاکیزہ لگے اور طبیعت کو لذت دے، وہ حلال ہے اور ہر وہ چیز جو نفس کو ناپاک لگے اور طبیعت اس کو ناپسند کرے وہ حرام ہے سوائے اس کے کہ الگ سے کوئی دلیل ہو۔

صاحب "معارف القرآن" مولانا مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

> لغت میں طیبات صاف ستھری اور مرغوب چیزوں کو کہا جاتا ہے۔ اور خبائث اس کے بالمقابل گندی اور قابل نفرت چیزوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس لیے آیت کے اس جملہ نے یہ بتلادیا کہ جتنی چیزیں صاف ستھری مفید اور پاکیزہ ہیں وہ انسان کے لیے حلال کی گئیں۔ جو گندی قابل نفرت اور مضر ہیں وہ حرام کی گئی ہیں۔ اب یہ بات کہ کون سی چیزیں طیبات

[24] Ḥāfiẓ Zubayr Aḥmad, *Fikr-e-Ghāmidī* (Lahore: Maktaba Raḥmat al-Lil-ʻĀlamīn, 1439 AH/2018 CE), 24.
[25] Ālūsī, Maḥmūd, *Rūḥ al-Maʻānī* (Beirut: Dār al-Fikr, n.d.), 3:81.

یعنی صاف ستھری مفید اور مرغوب ہیں اور کون سی خبائث یعنی گندی مضر اور قابل نفرت ہیں۔اس کا اصل فیصلہ طبائع سلیمہ کی رغبت و نفرت پر ہے۔"[26]

صاحب "تفہیم القرآن" نے لکھا ہے:

کہ ہر چیز طیب ہے اور حلال ہے سوائے ان چیزوں کے جنہیں شریعت نے ناپاک اور حرام قرار دیا ہے اور جنھیں انسانی فطرت ناپاک تصور کرتی ہے:"حلال کے لیے پاک کی قید اس لیے لگائی کہ ناپاک چیزوں کو اس اباحت کی دلیل سے حلال ٹھہرانے کی کوشش نہ کی جائے۔[27]

اب رہا یہ سوال کہ اشیاء کے پاک ہونے کا تعین کس طرح ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیزیں اصول شرع میں سے کسی اصل کے ماتحت ناپاک قرار پائیں یا جن چیزوں سے ذوق سلیم کراہت کرے یا جنھیں مہذب انسان نے بالعموم اپنے فطری احساس نظافت کے خلاف پایا ہو۔ان کے ماسوا سب کچھ پاک ہے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اردو تفاسیر میں مفسرین کی تہذیب وثقافت سے متعلق انفرادی آرا قرآن کی تفسیر کو مزید گہرائی بخشتی ہیں، لیکن ان کا ناقدانہ جائزہ ضروری ہے تاکہ شرعی اصولوں سے انحراف نہ ہو۔مثال کے طور پر، عورت کے چہرے کے پردے پر بعض جدید تفردات اسے غیر شرعی قرار دیتے ہیں، جو قرآن وسنت کی تصریحات کے خلاف ہے۔علمائے محققین نے ان تفردات کا محاکمہ کرتے ہوئے دلائل پیش کیے کہ پردہ اسلامی شریعت کا حکم ہے، جو عہد نبوی سے رائج ہے۔یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ تفسیری تفردات کو قرآن وسنت کی روشنی میں پرکھنا چاہیے تاکہ اسلام کی عالمگیر اور ابدی تعلیمات محفوظ رہیں اور تہذیبی اثرات سے پاک رہیں۔

تجاویز وسفارشات

* اردو تفاسیر میں تہذیبی تفردات کو قرآن وسنت کی روشنی میں پرکھنے کے لیے تحقیقی پروگرامز کا اہتمام کیا جائے۔
* مفسرین کو جدید تہذیبی چیلنجز کا سامنا کرتے ہوئے اجتہادی اصولوں پر مبنی تفاسیر تیار کرنے کی ترغیب دی جائے۔
* اسلامی یونیورسٹیوں میں تفسیری علوم کے کورسز میں تہذیب وثقافت کی انفرادی آرا کا ناقدانہ مطالعہ شامل کیا جائے۔
* علماو محققین کی مشترکہ کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو تفردات کے نقد کے لیے مشترکہ فورم فراہم کریں۔
* عوامی سطح پر سیمینارز اور ورکشاپس کا انعقاد کیا جائے تاکہ تہذیبی تفاسیر کی درست فہم عام ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

* Abū Dāwūd Sulaymān ibn al-Ash‘ath. *Al-Sunan*. Beirut: Dār al-Fikr, 1418 AH.
* Abū Ḥayyān Muḥammad ibn Yūsuf. *Al-Baḥr al-Muḥīṭ*. Beirut: Dār al-Fikr, 1420 AH.
* Ālūsī, Maḥmūd. *Rūḥ al-Ma‘ānī*. Beirut: Dār al-Fikr, n.d.
* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl. *Al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār al-‘Ilm, 1418 AH.
* Al-Jaṣṣāṣ, Aḥmad ibn ‘Alī Abū Bakr. *Aḥkām al-Qur’ān*. Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1405 AH.

[26] Muftī Muḥammad Shafī‘, *Ma‘ārif al-Qur’ān*, 3:321.
[27] Mawdūdī, *Tafhīm al-Qur’ān*, 2:433.

* Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Tafsīr al-Ṭabarī*. Beirut: Mu'assasat al-Risāla, 1420 AH/2000 CE.
* Aṣlaḥī, Amīn Aḥsan. *Tadabbur-e-Qur'ān*. Lahore: Fārān Foundation, n.d.
* 'Askarī, Ḥasan ibn 'Abdullāh. *Islām par Tajaddud Pasandī ke Atharāt*. Beirut: Dār al-Āfāq, n.d.
* Ghāmidī, Jāwīd Aḥmad. *Mīzān*. Lahore: Al-Mawrid Idāra 'Ilm wa Taḥqīq, 1429 AH/2008 CE.
* Ḥāfiẓ Zubayr Aḥmad. *Fikr-e-Ghāmidī*. Lahore: Maktaba Raḥmat al-Lil-'Ālamīn, 1439 AH/2018 CE.
* Ibn Ḥazm al-Ẓāhirī, Abū Muḥammad 'Alī ibn Aḥmad. *Marātib al-Ijmā'*. Beirut: Dār al-'Ilm, n.d.
* Ibn Sa'd, Muḥammad. *Al-Ṭabaqāt*. Beirut: Dār al-'Ilm, n.d.
* Mawdūdī, Maulānā. *Parda*. Lahore: Idāra Tarjumān al-Qur'ān, 1425 AH/2004 CE.
* Mawdūdī, Maulānā. *Tafhīm al-Qur'ān*. Lahore: Idāra Tarjumān al-Qur'ān, n.d.
* Muslim ibn al-Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*. Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, n.d.
* Pervez, Ghulām Aḥmad. *Ṭāhirah ke Nām*. Lahore: Maṭba'a Ashraf, 1392 AH/1972 CE.
* Ṣābūnī, Muḥammad 'Alī. *Rawā'i' al-Bayān*. Damascus: Maktabat al-Ghazālī, 1400 AH/1980 CE.
* 'Uthmānī, Maulānā Shabbīr Aḥmad. *Tafsīr 'Uthmānī*. Multan: Idāra Tālīfāt, n.d.
* 'Uthmānī, Muftī Muḥammad Shafī'. *Ma'ārif al-Qur'ān*. Karachi: Shabbir Brothers, n.d.
* 'Uthmānī, 'Umar Aḥmad. *Fiqh al-Qur'ān*. Karachi: Faḍl and Sons, 1433 AH/2012 CE.